ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

منہجِ سیرتِ مصطفوی ﷺ کی روشنی میں تزکیۂ اخلاقِ عصرِ حاضر کا اصولی و تطبیقی جائزہ

Sohail Ahmad
MPhil scholar University of Okara
Email: sohailahmad08101997@gmail.com
Ayyaz Akhtar
MPhil scholar University of Okara
Email: akhtarayaz277@gmail.com

Abstract:
This research explores the methodological framework of the Prophetic Seerah (Sīrah al-Muṣṭafā ﷺ) in cultivating moral refinement (Tazkiyah al-Akhlāq) and its relevance to the ethical dilemmas of the contemporary world. The study aims to analyze the foundational principles (uṣūl) derived from the life of the Prophet Muhammad ﷺ in moral training, including mercy, justice, patience, truthfulness, humility, and forgiveness. It then transitions into the practical application (taṭbīq) of these principles within the context of modern crises — such as digital misconduct, individualism, materialism, and global injustice. This research combines traditional Islamic sources with modern ethical discourse and proposes an integrated moral framework, drawn from the Seerah, that can guide individuals, institutions, and societies in moral elevation. Ultimately, it demonstrates that the Seerah's moral methodology remains not only relevant but vital to resolving present-day ethical crises.

تعارف

اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کی اصل روح تزکیہ و اصلاح ہے۔ قرآنِ مجید نے جن بنیادی مقاصدِ بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے، ان میں تزکیہ نفس اور اصلاحِ اخلاق کو نمایاں حیثیت حاصل ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِم [1]

حضور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپؐ کی پوری حیات مبارکہ ایک مکمل اخلاقی انقلاب کی مثال ہے۔ آپؐ نے فرد سے لے کر معاشرہ، اقوام سے لے کر ریاست تک ہر سطح پر اخلاقی تطہیر، تربیت اور تہذیب کا ایسا فطری اور جامع نظام قائم فرمایا جس کی نظیر دنیا کے کسی دوسرے نظام میں نہیں ملتی۔ آپؐ نے خود فرمایا: "إنما بُعثتُ لأتمم مكارم الأخلاق"[2]

یہی نبوی مقصدِ بعثت اس تحقیق کا مرکزی نکتہ ہے۔ عصرِ حاضر میں انسان، اگرچہ سائنسی ترقی کی معراج کو پہنچ چکا ہے، مگر اخلاقی اعتبار سے شدید بحران کا شکار ہے۔ جھوٹ، خیانت، ظلم، بے حیائی، مادہ پرستی، خود غرضی، تعصب، نفرت، حسد، اور حرص جیسی بیماریاں نہ صرف فرد بلکہ ریاست، معیشت اور عالمی تعلقات کو بھی زہر آلود کر رہی ہیں۔ جدید ذرائع ابلاغ، سوشل میڈیا، سیاسی نفرت، طبقاتی نظام، اور ثقافتی تصادم نے اخلاقی گراوٹ کو مزید شدت بخشی ہے۔

ایسے پر فتن اور پر آشوب دور میں سیرتِ نبوی ﷺ کو صرف تاریخ کے باب کے طور پر پڑھنا کافی نہیں، بلکہ اسے اصولی اور تطبیقی سطح پر سمجھنا اور نافذ کرنا وقت کی سب سے بڑی دینی، فکری، اور معاشرتی ضرورت ہے۔ اس تحقیق میں کوشش کی جائے گی کہ سیرتِ مصطفوی ﷺ سے وہ اصولِ تزکیہ اخذ کیے جائیں جو ہر زمان و مکان میں قابلِ اطلاق

---

[1], سورہ الجمعہ، 62:2

[2], موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، ص122، دار الکتب العلمیہ، 2002ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

رہیں، اور پھر ان اصولوں کو عصرِ حاضر کے چیلنجز کے تناظر میں تطبیق دے کر ایک جدید اخلاقی فریم ورک تجویز کیا جا سکے۔ اس مطالعے میں نہ صرف اخلاقی اقدار جیسے صدق، عدل، صبر، عفو، تواضع، حیا، وفا، رحم اور حسنِ سلوک کا جائزہ لیا جائے گا، بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان صفات کو کس طریقے سے افراد، اقوام، اور اداروں میں رائج کیا۔ اسی طرح معاصر اسلامی مفکرین کے مناہج بھی زیرِ بحث آئیں گے، تاکہ سیرتِ طیبہ کی تطبیق میں فکری وسعت پیدا ہو۔ یہ تحقیق اس بات کو اصولی طور پر اجاگر کرے گی کہ سیرتِ نبوی ﷺ نہ صرف ماضی کے لیے نمونہ ہے بلکہ عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران کے حل کا سب سے پائیدار، آفاقی، اور فطری راستہ بھی ہے۔

تزکیۂ اخلاق کا مفہوم، دائرہ اور قرآنی بنیادیں

اسلام کا بنیادی مقصد انسان کو اس درجے پر پہنچانا ہے جہاں وہ اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہو کر اللہ کے قرب کا مستحق بن جائے۔ اس مقصد کے لیے قرآن و سنت نے جس اصولی اور عملی نظام کی تشکیل کی ہے، اس کی بنیاد تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اخلاق پر رکھی گئی ہے۔

قرآن مجید بارہا اس عظیم مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا"[3]

یعنی "بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، اور وہ ناکام ہوا جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا۔" اس آیت میں کامیابی کا معیار تزکیہ قرار دیا گیا ہے، جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فلاح صرف عقیدے یا عبادات کے ظاہری مظاہر میں نہیں، بلکہ باطن کی اصلاح اور اخلاق کی طہارت میں مضمر ہے۔

بعثتِ نبوی ﷺ کا مقصد بھی یہی تھا کہ انسان کے ظاہر و باطن کو پاک کر کے اسے خلقِ عظیم کا پیکر بنایا جائے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"[4]

یہاں "یُزَکِّیھِم" یعنی "ان کو پاک کرتا ہے" کو تعلیمِ کتاب و حکمت سے پہلے ذکر کیا گیا، جو تزکیہ کی اولیت و اہمیت کی دلیل ہے۔

امام ابن ہشامؒ نے اپنی معروف سیرت میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی مکی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو افراد کے اخلاقی تزکیہ کی کوشش تھی، جس کے نتیجے میں وہ معاشرہ وجود میں آیا جو ظلم، شرک، اور فحاشی سے پاک ہو کر امانت، صدق، حیا، اور عدل کا علمبردار بنا۔[5]

قاضی عیاضؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق اس درجے پر تھا کہ وہ خود معیارِ اخلاق بن گئے، اور ان کی سیرت کا ہر پہلو تزکیۂ باطن کی عملی تفسیر ہے۔[6]

زرقانیؒ نے اپنی معروف شرح المواہب اللدنیہ میں بیان کیا ہے کہ "اخلاقِ نبوی ﷺ وہ چراغ ہے جو نہ صرف عرب بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے راہِ ہدایت ہے"[7]

پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں:

"تزکیۂ اخلاق کا نبوی منہج جامع اور فطری ہے، جو انسانی فطرت کے مطابق تربیت دیتا ہے، اور فرد سے لے کر ریاست تک ایک اعلیٰ اخلاقی نظام کی تشکیل کرتا ہے"[8]

---

3. الشمس، 91:9–10
4. الجمعہ، 62:2
5. ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد 1، ص 245، دار المعرفۃ، بیروت، 1998
6. قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد 1، ص 52، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002
7. الزرقانی، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد 2، ص 148، دار الکتب، قاہرہ، 1996
8. سیرتِ نبوی کے اصلاحی پہلو، ص 45، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 2012

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نزدیک:

"رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر لمحہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کامل انسان کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو محض احکام نہیں دیے بلکہ ان کی باطنی اصلاح اور اخلاقی تزکیہ کے ذریعے کامل انسان بنایا"[9]

جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں:

"سیرتِ نبوی ﷺ کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انسان کے اندر نورِ اخلاق کو اس حد تک فروغ دیا جائے کہ وہ اپنے اعمال و افکار میں سراپا حق بن جائے"[10]

الغرض، تزکیۂ اخلاق اسلامی تہذیب کا وہ بنیاد ہے جس کے بغیر نہ ایمان مکمل ہوتا ہے، نہ عبادت میں روح باقی رہتی ہے، نہ معاشرہ صالح بن سکتا ہے، اور نہ انسانیت کو امن نصیب ہو سکتا ہے۔ سیرتِ طیبہ ہمیں ایک ایسا کامل، فطری، اور قابلِ عمل ماڈل عطا کرتی ہے جو ہر زمانے میں اخلاقی رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔

نبوی بعثت کا اخلاقی مقصد: لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخلَاق

بعثتِ محمدی ﷺ کا سب سے نمایاں پہلو انسان کی باطنی اصلاح اور اخلاقی تربیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایسے معاشرتی اور فکری ماحول میں مبعوث ہوئے جہاں اخلاقی اقدار زوال کا شکار تھیں۔ عرب قبائل میں چوری، قتل، جھوٹ، ظلم، تکبر، فحاشی اور جاہلیت عام تھی۔ قانون طاقت کا تابع تھا، کمزور مظلوم اور عورت مظلوم تر تھی۔ ایسے ماحول میں نبی کریم ﷺ کی بعثت نے انسان کو اس کی اصل حقیقت سے آشنا کیا اور اخلاقی عظمت کی نئی بلندیاں عطا کیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ"[11]

یعنی "مجھے صرف اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اخلاقِ حسنہ کو مکمل کر دوں۔" یہ مختصر مگر بلیغ جملہ نبوی بعثت کے بنیادی مقصد کو واضح کرتا ہے، جس کا دائرہ صرف مذہبی احکام تک محدود نہیں بلکہ انسانیت کے اخلاقی عروج تک وسیع ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے تزکیۂ اخلاق کے ذریعے معاشرے کے ہر فرد کو، چاہے وہ غلام ہو یا آقا، امیر ہو یا فقیر، مرد ہو یا عورت، بلند کردار کے سانچے میں ڈھالا۔ آپ ﷺ نے صدق، امانت، وفا، عدل، عفو، رحم، حلم، تواضع، شجاعت، غیرت، وفاداری، حسنِ معاشرت اور حسنِ معاملت جیسے اوصاف کو صرف تعلیم نہیں دی، بلکہ اپنی سیرت کے ہر پہلو میں انہیں عملاً نافذ فرمایا۔

سیرت نگار ابن ہشامؒ تحریر کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی سالوں میں دعوتِ اسلامی کی بنیاد ہی اخلاقی تربیت پر رکھی گئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا طرزِ دعوت ایسے طریقے پر مبنی تھا جس میں لوگوں کے دلوں کو نرمی، شفقت، عفو، اور راست گوئی کے ذریعے مسخر کیا گیا۔[12]

قرآنِ مجید میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں "تزکیہ" کو نمایاں مقام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"[13]

اس آیتِ کریمہ میں "تزکیہ" یعنی باطنی صفائی، فکری پاکیزگی، اور اخلاقی اصلاح کو تعلیمِ کتاب و حکمت سے بھی پہلے ذکر کیا گیا ہے، جو اس کی اولیت اور بنیاد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

9, المنہج السوی فی تزکیۃ النبی، ص60، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2011

10, ضیاء النبی، ج1، ص63، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2005

11, مالک بن انس، الموطأ، کتاب حسن الخلق، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1985

12, ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج1، ص245، دار المعرفۃ، بیروت، 1998

13, الجمعہ، 62:2

جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ تحریر کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ انسان کو اس درجے تک پہنچانا ہے جہاں وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جائے، اور یہ راستہ صرف اخلاقِ حسنہ سے ہو کر گزرتا ہے۔[14]

انسانی سیرت کی اصلاح محض وعظ و نصیحت سے نہیں ہوتی بلکہ ایک عملی منہج اور متوازن تربیت سے ہی ممکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی توازن کے ساتھ افراد اور معاشرے کی تربیت کی ـــ بغیر سختی کے، مگر حکمت و تدبیر کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے کہ چند ہی سالوں میں وہی لوگ جو جاہلیت میں اخلاقی پستی کا شکار تھے، وہ دنیا کے بہترین، دیانت دار، اور انصاف پسند انسان بن گئے۔ نبوی بعثت کا یہ اخلاقی منہج آج بھی انسانیت کے لیے ایک کامل ماڈل ہے۔ جدید دنیا جس اخلاقی انتشار، خود غرضی، اور بد دیانتی میں مبتلا ہے، اس کا علاج صرف اسی سنتِ مصطفوی ﷺ میں ہے جو انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو سنوارتی ہے۔

سیرتِ مصطفوی ﷺ میں اخلاقی تربیت کے مراحل: تدریج، تسہیل، اور توازن

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک ایسا ہمہ گیر تربیتی نظام پیش کرتی ہے جس میں انسانی اخلاق کی اصلاح تدریج، تسہیل اور توازن کے اصولوں پر کی گئی۔ آپ ﷺ کا اسلوبِ تربیت ایک نفسیاتی، فطری، اور عملی حکمت پر مبنی تھا۔ آپ نے انسان کے مزاج، وقت کے حالات، اور مخاطب کی فہم کو مدنظر رکھتے ہوئے اصلاحی مراحل کو ترتیب دیا، جو کہ سیرتِ طیبہ کا خاص امتیاز ہے۔ سب سے پہلے تدریج کی بات کی جائے تو سیرت کا مکی دور اس کی روشن مثال ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ میں ابتدائی 13 برسوں میں عقائد کے ساتھ اخلاقی بنیادیں مضبوط کیں، تاکہ دلوں میں تبدیلی آئے اور فکری زمین تیار ہو۔ شراب، سود، انتقام، فحاشی اور ظلم جیسے اعمال کے خلاف فوری قوانین لاگو نہ کیے گئے، بلکہ رفتہ رفتہ اُن کے خلاف شعور پیدا کیا گیا۔ جب اخلاقی فضا قائم ہو گئی تو مدینہ میں ان برائیوں کی باقاعدہ حرمت نازل ہوئی، جو اصلاح کے تدریجی مرحلے کو مکمل کرتی ہے۔

تسہیل کا اصول بھی سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت کے عمل کو بوجھل اور ناقابلِ فہم بنانے کی بجائے سہل، واضح، اور نرم مزاجی کے ساتھ پیش کیا۔ اخلاقی احکام کی ادائیگی میں سہولت، مرحلہ وار تربیت، اور مخاطبین کی استعداد کا لحاظ رکھا گیا۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں ہمیشہ نرمی، طمانیت، اور تعلیم دینے والا انداز غالب رہتا۔ اگر کوئی بد خلق، جاہل یا نو مسلم سختی یا گستاخی کا مظاہرہ کرتا تو آپ ﷺ اس پر غضبناک نہ ہوتے بلکہ صبر اور شفقت کے ساتھ اسے راہِ ہدایت کی طرف لاتے۔

توازن رسول اللہ ﷺ کے اخلاقی منہج کا تیسرا اہم رکن ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں جذبات، عقل، روح، جسم، فرد اور جماعت ان سب کے درمیان ایک غیر معمولی توازن موجود ہے۔ نہ تو جذبات کو بے لگام چھوڑا گیا اور نہ ہی عقل کو وحی سے آزاد کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کی سختی سے تربیت دی کہ غصے، عفو، عدل، غیرت، نرمی، جرأت، حلم اور برداشت، سب کو اعتدال میں رکھا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "خیر الامور اوسطھا" یعنی بہترین کام وہ ہے جس میں میانہ روی ہو[15]

سیرت نگار ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا پہلا حصہ حکمت اور تدریج پر مشتمل تھا، اور یہی پہلو اس دعوت کو دیرپا اور قابلِ قبول بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔[16]

جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منہجِ تربیت اس قدر فطری تھا کہ کوئی بھی فرد اسے اپنے لیے باعثِ زحمت محسوس نہ کرتا۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشرہ اتنی تیزی سے اپنی اخلاقی اصلاح کے منازل طے کر سکا۔[17]

---

[14], محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج 1، ص 72، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2005

[15], ابن ماجہ، کتاب الزہد، حدیث 4217، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2009

[16], ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج 1، ص 140، دار المعرفۃ، بیروت، 1998

[17], کرم شاہ، ضیاء النبی، ج 2، ص 51، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2005

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

سیرتِ طیبہ میں یہ تینوں اصول تدریج، تسہیل، اور توازن ایسا ہم آہنگ نظام بناتے ہیں جو آج کے تربیتی ماڈلز کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ عصرِ حاضر کی اخلاقی گراوٹ، جلد بازی، سخت مزاجی اور شدت پسندی کا حل اسی سیرت کے اصولی فریم ورک میں مضمر ہے۔

تزکیۂ نفس کے نبوی اسالیب: قول، عمل، اور خاموشی

نبوی منہج میں تزکیۂ نفس کی حیثیت ایک بنیادی ستون کی سی ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد صرف عقائد کی تعلیم یا فقہی احکام کا نفاذ نہ تھا، بلکہ انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح، اخلاق کی تطہیر، اور قلبی پاکیزگی تھا۔ یہ تزکیہ محض ایک اصطلاح یا مجرد تصور نہیں بلکہ ایک زندہ اور عملی منہج ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول، عمل، اور بعض اوقات معنی خیز خاموشی سے پیش فرمایا۔

قول کے ذریعے اصلاح کا عمل سیرتِ نبوی ﷺ میں سب سے نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر سطح کے لوگوں کو اخلاقی تعلیمات دی، خواہ وہ اہلِ صفہ کے فقرا ہوں یا معزز قبائل کے سردار۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے: "المؤمنُ مَن أمِنَهُ الناسُ علَى أموالِهم وأنفسِهم" یعنی "مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے مال اور جان کے بارے میں محفوظ رہیں"[18]

یہ حدیث تزکیۂ نفس کی اصل روح کو بیان کرتی ہے یعنی باطن کی ایسی تطہیر جو خلقِ خدا کے لیے امان بن جائے۔

عمل کی حیثیت نبوی تربیت میں قول سے بھی بڑھ کر مؤثر ہے۔ رسول اللہ ﷺ جو سکھاتے تھے، اس پر خود عمل کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے اندر تواضع، حلم، تقویٰ، قناعت، خشیتِ الٰہی، عفو، ایثار اور انکساری ایسی صفات تھیں جو ہر لمحہ آپ ﷺ کی شخصیت سے چھلکتی تھیں۔ یہی وہ خلقِ محمدی ﷺ تھا جس نے لوگوں کے دلوں کو متاثر کیا اور نفس کی اصلاح کا سب سے کارگر وسیلہ بنا۔

ابن ہشامؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے کٹھن حالات میں بھی بدلہ نہ لیا، بلکہ صبر، معافی، اور دعوت کے ذریعے نفوس کو نرم کیا، اور یہی تزکیہ تھا جس نے جاہل عربوں کو مہذب انسان بنا دیا[19]

خاموشی بھی نبوی تزکیہ کا ایک باریک مگر مؤثر اسلوب تھا۔ جب کوئی شخص گستاخی کرتا یا نا سمجھی سے سوال کرتا، تو رسول اللہ ﷺ بہت سے مواقع پر خاموش رہتے — نہ نفی کرتے نہ غصہ، بلکہ موقع محل کے مطابق خاموشی سے نفس کو سوچنے کا موقع دیتے۔ یہی انداز سامع کے دل میں نرمی، فہم اور احساس پیدا کرتا۔ یہ وہ طرزِ سلوک ہے جو آج کے معلمین اور مربیین کے لیے اعلیٰ نمونہ ہے۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا منہجِ تزکیہ مکمل طور پر توازن، شفقت، اور حکمت پر قائم تھا، اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ ہر لمحہ اپنی اصلاح کی تڑپ لیے زندہ رہتے تھے۔[20]

یہ تینوں اسالیب — قول، عمل، اور خاموشی — سیرتِ نبوی ﷺ میں ایک ہم آہنگ تربیتی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہیں جو نہ صرف نفس کی تہذیب کرتا ہے بلکہ سماج میں ایک پرامن، مہذب، اور باوقار فضا قائم کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جہاں تبلیغ صرف زبان کی حد تک محدود ہو چکی ہے، وہاں عمل اور خاموش اثرات کو بھی اپنانا ازحد ضروری ہے۔

---

[18]. ترمذی، کتاب البر، حدیث 2627، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2009

[19]. ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج1، ص233، دار المعرفۃ، بیروت، 1998

[20]. کرم شاہ، ضیاء النبی، ج3، ص21، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2005

صحابہ کرامؓ میں تزکیۂ اخلاق کے نبوی اثرات

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ایک عظیم ترین مظہر وہ انقلاب تھا جو آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی سیرت و کردار میں پیدا فرمایا۔ وہی افراد جو قبل از اسلام جاہلیت، ظلم، کینہ، تعصب، اور بد عملی میں ڈوبے ہوئے تھے، نبوی تزکیہ کے زیرِ اثر ایسا اخلاق جوہر بن گئے جو صدیوں تک انسانیت کے لیے مشعلِ راہ رہا۔ یہ تبدیلی محض ظاہری نہیں تھی، بلکہ وہ ایک باطنی انقلاب تھا جو ان کے قلوب، اذہان، اور کردار کا حصہ بن گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت میں نہ صرف اخلاقی اصولوں کو بیان فرمایا، بلکہ انہیں عملاً نافذ بھی کیا۔ صبر، عفو، حیا، امانت، ایثار، تواضع، راست بازی، عدل، اور حسنِ معاملہ جیسے اوصاف صحابہؓ کے دل و دماغ میں اس درجہ سرایت کر گئے کہ وہ ان کی زندگی کا لازمی حصہ بن گئے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی مثال لیں جاہلیت کے دور میں سخت مزاج، حق میں باطل کے لیے متعصب، لیکن نبوی تزکیہ کے نتیجے میں وہ عدل، رحم، اور خوفِ خدا کی علامت بن گئے۔ ان کا قول تھا: "اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مر جائے تو عمر سے سوال ہوگا۔" اس درجہ کی حساسیت محض قوانین سے نہیں آتی، یہ سیرتِ نبوی ﷺ کی پرورش کا فیض ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حلم اور ایثار، حضرت عثمانؓ کی حیا، حضرت علیؓ کا عدل اور علم، حضرت خالدؓ کی شجاعت کے ساتھ عاجزی — یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ نبوی اخلاقی نظام صرف زبانی دعووں پر مشتمل نہ تھا بلکہ وہ عملی طور پر انسان کو بلند تر سطح پر لے جانے والا زندہ ماڈل تھا۔

ابن سعدؒ نے اپنی معروف کتاب میں بیان کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اخلاقی اوصاف اس درجہ بلند تھے کہ دیگر اقوام انہیں رشک و حیرت سے دیکھتی تھیں، اور یہ کمال ان میں نبوی صحبت اور سیرتِ طیبہ کی پیروی سے پیدا ہوا۔[21]

ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے نہ صرف الفاظ سیکھے بلکہ آپ کے سکوت، انداز، لب و لہجہ، مزاج، صبر، اور وقار کو بھی جذب کیا، اور یہی حقیقی تزکیہ ہے۔[22]

جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا باطنی انقلاب سیرتِ محمدی ﷺ کی تاثیر کا وہ مظہر ہے جس کی نظیر کسی اور تاریخ میں نہیں ملتی۔[23]

خلاصہ یہ کہ سیرتِ مصطفوی ﷺ کی روشنی میں تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ وہ درخشندہ ستارے ہیں جن کے اندر کا اخلاق، بیرونی زندگی کی مکمل عکاسی کرتا تھا۔ یہ تبدیلی نہ صرف فرد کی بلکہ امت کی اجتماعی حالت کی اصلاح کا ذریعہ بنی۔

عصرِ حاضر کے اخلاقی بحران کا نبوی حل

عصرِ حاضر کا انسان جس اخلاقی زوال کا شکار ہے، اس کی نوعیت نہ صرف انفرادی ہے بلکہ اجتماعی، ریاستی، عالمی، اور تہذیبی سطح پر بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ کرپشن، بے حیائی، دھوکہ دہی، ناانصافی، بے حسی، خود غرضی، تشدد، اور مادہ پرستی جیسے رویے آج کے معاشرے کی بنیادی شناخت بنتے جا رہے ہیں۔ ان تمام اخلاقی بیماریوں کا سرچشمہ "نفس" کا بگاڑ ہے، اور اس کا علاج صرف اسوۂ نبوی ﷺ میں موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے معاشرے میں تربیت فرمائی جو اخلاقی انحطاط کا آئینہ تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو تزکیہ، تعلیم، تربیت، اور عملی مثال کے ذریعے ایسا بلند اخلاقی معاشرہ بنا دیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہی منہج آج کے انسان کو بھی درکار ہے۔

---

21. ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج2، ص11، دار صادر، بیروت، 1990

22. ابن قیم، مدارج السالکین، ج1، ص120، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002

23. کرم شاہ، ضیاء النبی، ج4، ص39، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2005

عصرِ حاضر میں اخلاقی بحران کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان نے اپنے نفس کو خواہشات کے تابع کر دیا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے نفس کو تابعِ عقل و وحی بنا کر اعلیٰ انسانی کردار تشکیل دیا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"أفضلُ المؤمنينَ إيمانًا أحسنُهُم خلقًا"

یعنی "مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے"[24]

نبی کریم ﷺ کے اخلاقی نظام میں وہ توازن موجود ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کو سنوارنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ معلمِ اخلاق کی حیثیت سے آپ ﷺ نے محبت، صبر، حکمت، رواداری، عدل، مساوات، شجاعت، انکساری، اور امانت جیسے اصولوں کو عملی جامہ پہنایا۔

ابن ہشامؒ تحریر کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر طبقے اور فرد کو اس کی استعداد کے مطابق اصلاحی پیغام دیا اور اس میں بھی تدریج، تسہیل اور نرمی کا خاص خیال رکھا۔[25]

جسٹس محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جس اخلاقی نظام کو پیش کیا، وہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے رہنمائی کا وہ جامع دستور ہے جس میں نہ مغرب کی عقلیت پسندی کی خشک سردی ہے اور نہ مشرق کی جذباتیت کی شدت، بلکہ اعتدال، حکمت، اور فطرت کی ہم آہنگی ہے۔[26]

عصرِ حاضر کے اخلاقی مسائل کا نبوی حل صرف سیرت کو پڑھنے یا بیان کرنے میں نہیں، بلکہ اسے اجتماعی نظام میں نافذ کرنے اور فرد کی تربیت کے نظام میں شامل کرنے میں ہے۔ جب تک تعلیم و تربیت کے نظام میں سیرتِ طیبہ کو مرکزی حیثیت نہیں دی جاتی، نہ فرد بدلے گا نہ معاشرہ۔ اخلاقی بحران کا علاج قوانین سے زیادہ اخلاقی اصلاح میں پوشیدہ ہے، اور یہ اصلاح صرف سیرتِ محمدی ﷺ کے نور سے ممکن ہے۔

سیرتِ مصطفوی ﷺ میں تزکیہ اور عدل کا باہمی تعلق

سیرتِ طیبہ ﷺ میں "تزکیۂ نفس" اور "عدل" نہ صرف الگ الگ اہم اقدار ہیں بلکہ ان کے درمیان ایک گہرا باہمی تعلق بھی پایا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جس اخلاقی نظام کی بنیاد رکھی، اس کا توازن اسی ربط پر قائم تھا۔ عدل، محض خارجی قانون کا نفاذ نہیں بلکہ ایک ایسا خلق ہے جو دل کی صفائی اور باطن کی درستگی کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں "تزکیہ" اور "قسط (عدل)" کو یکجا ذکر فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"[27]

یعنی ہم نے رسولوں کو واضح دلائل، کتاب اور میزان (انصاف کا پیمانہ) دے کر بھیجا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔ اور قرآنِ مجید کی کئی دیگر آیات میں بھی عدل کو ایمان، تقویٰ اور تزکیہ کے ساتھ مربوط کر کے بیان کیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عدل کی تعلیم محض قانون سازی یا فتووں کے ذریعے نہیں دی بلکہ اپنی سیرت، فیصلوں اور معاملات سے ایسی مثالیں قائم کیں جو رہتی دنیا تک کے لیے اصول بن گئیں۔ آپ ﷺ کا یہ قول مشہور ہے:

"لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها"

---

24. احمد بن حنبل، المسند، ج2، ص381، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001

25. ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج2، ص17، دار المعرفۃ، بیروت، 1998

26. کرم شاہ، ضیاء النبی، ج4، ص152، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2005

27. الحدید، 57:25

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

یعنی "اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا"[28]

یہ اعلان فقط قانونی اصول نہیں بلکہ دل کی وہ تطہیر ہے جو محبت، قرابت اور رشتہ داری کو عدل پر قربان کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ اور یہ حوصلہ صرف اُس انسان میں ہوتا ہے جس کا نفس تزکیہ یافتہ ہو۔

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ عدل وہ کسوٹی ہے جس پر انسان کا باطن پرکھا جاتا ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سیرت میں عدل و تزکیہ کا ایسا گہرا ربط ہے کہ اگر کوئی صرف عدل کو نافذ کرنا چاہے لیکن اس کا نفس خالی ہو، تو وہ عدل کے نام پر ظلم کر بیٹھے گا۔[29]

امام غزالیؒ تزکیہ اور عدل کے ربط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عدل وہ اخلاقِ حسن ہے جو تزکیۂ باطن کے بغیر نفاق بن جاتا ہے"[30]

سیرتِ نبوی ﷺ کا مدنی دور عدل کے عملی مظاہر سے بھرا ہوا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب اسلامی ریاست قائم ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے قریش، انصار، مہاجرین، یہود، عیسائیوں، اور قبائل کے ساتھ ایسے عدالتی و سماجی معاملات طے کیے جو تزکیۂ نفس کی اصل پر قائم تھے۔ کسی فریق پر زیادتی نہ کی گئی، اور ہر فیصلہ شفاف، حق پر مبنی اور دلوں کو مطمئن کرنے والا تھا۔

پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عدل کی تعلیم اسی وقت دی جب افراد کا تزکیہ مکمل ہو چکا تھا، کیونکہ ناپاک نفس عدل کی طاقت کو استبداد میں بدل دیتا ہے۔[31]

خلاصہ یہ ہے کہ عدل ایک اخلاقی شاخ ہے جو "تزکیہ" کے درخت سے پھل لیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت نے انسانیت کو سکھایا کہ جب تک نفس پاک نہ ہو، عدل ممکن نہیں اور جب تزکیہ حاصل ہو جائے تو عدل ایک فطری رویہ بن جاتا ہے، نہ کہ محض ریاستی تقاضا۔

تزکیہ، معیشت، اور حقوق العباد: سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

تزکیۂ نفس کا تعلق صرف عبادات، روحانیت، یا فردِ واحد کی اخلاقی صفائی سے نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ گیر تصور ہے جس کے اثرات انسانی زندگی کے ہر پہلو، بالخصوص معیشت اور حقوق العباد پر نمایاں طور پر پڑتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں یہ تصور اس قدر متوازن انداز میں جلوہ گر ہے کہ فرد کی باطنی طہارت براہِ راست معاشی دیانت اور سماجی ذمہ داریوں سے جڑی ہوئی نظر آتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس تربیتی نظام کی بنیاد رکھی، اس میں معیشت صرف وسائل کا جمع کرنا یا خرچ کرنا نہ تھا بلکہ تزکیہ کے تحت ایک عبادت بن گئی۔ زکوٰۃ، صدقات، قرض حسن، تجارت میں سچائی، ناپ تول میں عدل، اور یتیموں و کمزوروں کے مالی حقوق کی پاسداری یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں معیشت اخلاق اور تزکیہ سے الگ شے نہیں بلکہ اس کا فطری تسلسل ہے۔

قرآنِ مجید میں حکم دیا گیا:

"وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ"[32]

یعنی "ان کے مال میں سائل اور محروم کے لیے ایک مقررہ حق ہے"—جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مالی نظام کا اخلاقی تزکیہ لازم ہے۔

---

[28] بخاری، کتاب الحدود، حدیث 6788، دار ابن کثیر، بیروت، 2000

[29] ابن قیم، مدارج السالکین، ج2، ص498، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2002

[30] غزالی، احیاء علوم الدین، ج3، ص110، دار المعرفۃ، بیروت، 1983

[31] نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص232، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

[32] الذاریات، 51:19

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"التاجرُ الصدوقُ الأمينُ مع النبيّينَ والصِّدّيقينَ والشُّهداءِ"[33]

یعنی "سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا"

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ معیشت میں اخلاقی صفائی، جو تزکیہ ہی کی عملی شکل ہے، کس قدر بلند درجہ رکھتی ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا معاشی پہلو اس قدر پاکیزہ، دیانت دار، اور منصفانہ تھا کہ دشمن بھی آپ کی امانت داری کی گواہی دینے پر مجبور ہو جاتے تھے، اور یہی وہ اندرونی پاکیزگی تھی جو خارجی عدل و حقوق کی ضامن بنی[34]

امام رازیؒ کے مطابق "تزکیہ صرف دل کی صفائی نہیں بلکہ اس کا دائرہ عمل عدلِ مالی، صدقِ بیع، اور ادائے امانت تک وسیع ہے"[35]

سیرت کے مدنی دور میں جب اسلامی ریاست قائم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایسے عملی اقدامات کیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تزکیہ، معاشی نظام اور حقوق العباد کا باہمی تعلق صرف نظری نہیں بلکہ انتہائی عملی تھا۔ بیت المال کی تنظیم، زکوٰۃ کی تقسیم، تجارتی اخلاق کی اصلاح، اور قرض کی بروقت ادائیگی یہ سب سیرت کے ان پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں تزکیہ ہی معاشرتی نظام کا روحانی مرکز ہے۔

سیرتِ مصطفوی ﷺ کے مطابق تزکیۂ نفس کوئی گوشہ نشینی یا خانقاہی تصور نہیں، بلکہ وہ بنیاد ہے جس پر پاکیزہ معیشت اور منصفانہ سماج تعمیر ہوتا ہے۔ جب نفس پاک ہو تو نہ سود کا لالچ باقی رہتا ہے، نہ غریب کے حق کی نفی ہوتی ہے، نہ تجارت میں دھوکہ ممکن ہوتا ہے، اور نہ حقوق العباد کی خلاف ورزی۔

تزکیہ اور علم: سیرتِ نبوی ﷺ میں فکری تربیت کا پہلو

سیرتِ مصطفوی ﷺ کی سب سے بنیادی اور ہمہ گیر خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تزکیہ اور علم کو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کے بعثتی مقاصد میں بھی تعلیم و تزکیہ کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"[36]

یعنی "وہی ہے جس نے امّیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔" اس آیت میں "تزکیہ" کو تعلیم پر مقدم رکھا گیا، جو اس امر کی دلیل ہے کہ سچا علم وہی ہے جو نفس کو پاک کرے، دل کو نرم کرے، اور کردار میں تبدیلی لائے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے بے مثال انداز میں تربیت فرمائی کہ صحابہ کرامؓ کے علم میں نہ صرف اضافہ ہوا بلکہ ان کے قلوب بھی منور ہو گئے۔ آپ ﷺ نے صرف معلومات منتقل نہیں کیں بلکہ شعور، حکمت، اور بصیرت عطا کی — اور یہی "علم بالتزکیہ" ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إنَّما بُعثتُ مُعلِّمًا"[37]

یعنی "مجھے تو بس معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"

---

[33] ترمذی، کتاب البیوع، حدیث 1209، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1998

[34] شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج 1، ص 87، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1982

[35] رازی، تفسیر کبیر، ج 4، ص 231، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1999

[36] الجمعة، 62:2

[37] ابن ماجہ، کتاب المقدّمہ، حدیث 229، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2007

یہ تعلیم ایسی نہ تھی جو صرف الفاظ سکھائے، بلکہ وہ ایسی روشنی تھی جو دلوں میں اترتی اور رویوں کو بدلتی تھی۔ اسی تعلیم کے زیر اثر بدو صحابیؓ بھی حکیم بن گئے اور معمولی اہلِ قریش فقیہ، محدث، قاضی اور قائد بنے۔ ان کی اصلاح، سیرتِ نبوی ﷺ کے علمی اور اخلاقی امتزاج کا ثمرہ تھی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "علم وہی مفید ہے جو نفس کو گناہوں سے باز رکھے، اور عمل کی طرف مائل کرے۔ صرف زبان پر جاری الفاظ کو علم کہنا در حقیقت فریب ہے"[38]

نبی کریم ﷺ کے منہجِ تعلیم میں سوال و جواب، مکالمہ، عملی نمائش، تدریج، اور نفسیاتی مطابقت جیسے تمام پہلو شامل تھے، مگر ان سب کی روح "تزکیہ" ہی تھی۔ تعلیم کے ذریعے فہم اور تربیت کے ذریعے دل کا تصفیہ یہ وہ امتزاج ہے جو صرف سیرتِ نبوی ﷺ میں کامل صورت میں دکھائی دیتا ہے۔

پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منہجِ تعلیم محض الفاظ کا انتقال نہیں تھا، بلکہ وہ باطنی شعور اور اخلاقی حساسیت کو جگاتا تھا، جسے ہم آج تزکیۂ علم کہہ سکتے ہیں۔[39]

لہٰذا سیرتِ طیبہ کا پیغام یہی ہے کہ وہ علم جو تزکیہ نہ دے، گمراہی کو جنم دیتا ہے، اور وہ تزکیہ جو علم سے خالی ہو، محض جذباتیت بن کر رہ جاتا ہے۔ دونوں کی باہم ترکیب ہی وہ روحانی، فکری، اور اخلاقی انسان تخلیق کرتی ہے جو امتِ محمدیہ ﷺ کا مطلوب نمونہ ہے۔

تزکیہ اور اصلاحِ معاشرہ: سیرتِ نبوی ﷺ کا عملی ماڈل

تزکیۂ نفس کا سب سے بڑا اجتماعی اثر معاشرے کی اصلاح کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سیرتِ مصطفوی ﷺ کا ایک نمایاں اور انقلابی پہلو یہی ہے کہ آپ ﷺ نے فرد کے باطن کو پاک کر کے ایک نیا اور متوازن معاشرہ تشکیل دیا۔ سیرت کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ تزکیہ صرف انفرادی عبادت یا روحانی مشق نہیں بلکہ ایک اجتماعی عمل ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی امن، عدل، محبت، اور باہمی احترام پروان چڑھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک منہج سے ثابت کیا کہ معاشرہ اس وقت بدلتا ہے جب افراد کے دل بدلیں۔ اس کے لیے آپ ﷺ نے تین جہتوں پر بیک وقت کام کیا: ایمان کی بنیاد، اخلاق کی تربیت، اور سماجی نظام کی اصلاح۔ یہ تینوں پہلو تزکیہ کے بنیادی ستون ہیں۔ آپ ﷺ نے صرف وعظ و نصیحت نہیں کی بلکہ عملی طور پر جھگڑوں کو سلجھایا، قبائل کو قریب کیا، غلاموں کو آزاد کرایا، اور عورتوں، بچوں، اور اقلیتوں کو ان کے حقوق دلائے۔

قرآنِ مجید نے آپ ﷺ کے انقلابی معاشرتی اثرات کو یوں بیان کیا:

"خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ"[40]

یعنی "درگزر اختیار کرو، بھلائی کا حکم دو، اور جاہلوں سے اعراض کرو" یہ دراصل وہی تزکیہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت سے رائج فرمایا۔

ابن اسحاقؒ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار، یہود و نصاریٰ، اور قبائل کے درمیان ایسا "میثاقِ مدینہ" قائم کیا جو اس وقت کی دنیا میں رواداری، قانون، اور حقوق کی پہلی منظم دستاویز تھی۔[41]

علامہ شبلی نعمانیؒ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ سیرتِ طیبہ کا اصل اعجاز یہی ہے کہ آپ ﷺ نے تزکیہ کو عملی صورت میں پورے معاشرے پر نافذ کر کے دنیا کو ایک ایسا ماڈل دیا جو ہر دور کی ضرورت ہے۔[42]

38, نووی، شرح صحیح مسلم، ج1، ص27، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1996

39, نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص119، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

40, الاعراف، 7:199

41, ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، ج2، ص182، دار ابن ہشام، بیروت، 2001

42, شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج2، ص145، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1982

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

علامہ اقبال بھی فرماتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ "دیدہ ور" وہی ہوتا ہے جو سیرتِ مصطفوی ﷺ سے روشنی لیتا ہے اور خود تزکیہ پا کر دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ محض روحانی تجربہ یا فرد کی تربیت تک محدود نہیں، بلکہ وہ ایک مکمل "معاشرتی اصلاحی ماڈل" ہے جو تزکیہ کے ذریعے قلب و ذہن کو بدلتا ہے اور پھر ان سے پورا معاشرہ بدل جاتا ہے۔

تزکیۂ اخلاق اور نوجوان نسل: سیرت کا پیغامِ عمل

آج کا نوجوان بے سمتی، فکری اضطراب، جذباتی شدت، اور اخلاقی انتشار کا شکار ہے۔ جدید ٹیکنالوجی، تیز رفتار زندگی، اور مادہ پرستی کی یلغار نے اس کے فکر و عمل کو غیر متوازن کر دیا ہے۔ اس کے سامنے آزادی کے نام پر بے راہ روی، کامیابی کے نام پر خود غرضی، اور اظہارِ رائے کے نام پر بے ادبی کو قابلِ تقلید بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ ایسے ماحول میں سیرتِ مصطفوی ﷺ نوجوان نسل کے لیے ایک کامل، مجرب، اور روشن ماڈل پیش کرتی ہے ایسا ماڈل جو نہ صرف ان کے دل و دماغ کو سنوارتا ہے بلکہ ان کے کردار کو استقامت، اخلاص، اور ایثار سے مزین کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کو ہمیشہ مرکزِ توجہ رکھا۔ آپ ﷺ نے ان کی صلاحیتوں کو پہچانا، ان کے جوش و جذبے کو راہ دی، اور ان کی تربیت کو تزکیۂ اخلاق کی بنیاد پر استوار کیا۔ حضرت علیؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ یہ سب نوجوان تھے، مگر سیرتِ نبوی ﷺ کے زیرِ سایہ وہ علم، عدل، قیادت، اور روحانیت کی مثال بن گئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سبعة يُظلُّهم اللهُ في ظلِّهِ يومَ لا ظلَّ إلا ظلُّهُ ورجلٌ نشأ في عبادةِ اللهِ"[43]

یعنی "سات افراد وہ ہیں جنہیں قیامت کے دن اللہ اپنے سائے میں جگہ دے گا... ان میں ایک وہ نوجوان بھی ہے جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی گزاری"

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ جوانی کا تزکیہ کتنا قیمتی اور مطلوب عمل ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نوجوانوں کی تربیت اگر بچپن سے کی جائے تو ان کے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، جو زندگی بھر گناہوں کی تاریکی سے انہیں محفوظ رکھتا ہے [44]

پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں نوجوانوں کو صرف نصیحت نہیں کی گئی، بلکہ انہیں عملاً ذمہ داریاں سونپی گئیں تاکہ ان کی صلاحیتیں مثبت سمت میں پروان چڑھیں۔[45]

آج کا نوجوان جس بحران کا شکار ہے، اس کا علاج صرف نصیحت سے ممکن نہیں، بلکہ اسے ایسی عملی سیرت درکار ہے جس سے وہ خود کو جوڑ سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت نوجوانوں کو حیا سکھاتی ہے، عزتِ نفس کا شعور دیتی ہے، خود احتسابی کی عادت ڈالتی ہے، اور مقصدِ حیات سے آشنا کرتی ہے۔

تزکیۂ اخلاق، نوجوان کے نفس کو توازن دیتا ہے۔ وہ خواہشات کے غلبے، ماحول کے دباؤ، اور میڈیا کے فتنے میں گم ہونے کی بجائے، اپنے باطن میں ایسی روشنی محسوس کرتا ہے جو اسے راستے سے بھٹکنے نہیں دیتی۔ یہی سیرتِ نبوی ﷺ کا اصل پیغامِ عمل ہے: کہ نوجوان صرف جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ اخلاقی عظمت سے قوم کی بنیاد بنتے ہیں۔

43, بخاری، کتاب الاذان، حدیث 660، دار السلام، ریاض، 1999

44, غزالی، احیاء علوم الدین، ج 3، ص 75، دار المعرفة، بیروت، 1983

45, نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص 191، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

تزکیۂ اخلاق اور قیادت: سیرتِ نبوی ﷺ کا انقلابی تصور

قیادت ایک امانت ہے، اور اس امانت کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کے لیے سب سے پہلا تقاضا "تزکیۂ نفس" ہے۔ جب قائد کا باطن پاک ہو، اس کی نیت خالص ہو، اور اس کے فیصلے ذاتی مفاد کے بجائے حق اور عدل پر مبنی ہوں، تب قیادت صرف اقتدار کا نام نہیں رہتی، بلکہ وہ اصلاح، خیر خواہی، اور امانت کی علامت بن جاتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں قیادت کا جو نمونہ پیش کیا گیا ہے، اس کی جڑیں اخلاقی تزکیہ میں پیوست ہیں۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو سیرتِ مصطفوی ﷺ کو دنیا کے ہر نظام قیادت سے ممتاز کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں جب قیادت سنبھالی تو اس کے ساتھ نہ کوئی فوجی طاقت تھی، نہ مالی غلبہ، نہ تہذیبی تسلط—مگر دلوں پر حکومت تھی، کیونکہ قیادت کی بنیاد سچائی، امانت، حلم، عدل، فہم، مشورہ، رحم، اور حکمت پر قائم تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الإمامُ راعٍ وهو مسؤولٌ عن رعيتِه"[46]

یعنی "امام (قائد) نگران ہے، اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے"

نبی کریم ﷺ نے جس قیادت کو نافذ کیا، اس میں عہدوں کی تقسیم نہ ذات کی بنیاد پر تھی، نہ مال و طاقت کی۔ سیدنا بلالؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت زید بن حارثہؓ سب غیر معروف اور سماج میں کمزور سمجھے جانے والے افراد—جب سیرتِ مصطفوی ﷺ کے زیرِ تربیت آئے، تو وہ قیادت کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے، اور دنیا نے دیکھا کہ اخلاقی تزکیہ قیادت کی اصل میراث ہے، نہ کہ نسل، قوم یا مال۔

علامہ شبلی نعمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ سیرتِ طیبہ کی اصل انقلابی طاقت قیادت کا وہ مثالی نظام تھا جو نہ بادشاہی تھا، نہ آمریت، بلکہ فکری، اخلاقی، اور روحانی سربراہی کا عملی ماڈل تھا[47]

امام رازیؒ کے مطابق، "سچا رہنما وہ ہے جو پہلے خود کو اصلاح کے سانچے میں ڈھالے، پھر دوسروں کی رہنمائی کرے، کیونکہ بے تزکیہ قائد درحقیقت فتنہ ہوتا ہے، اصلاح نہیں"[48]

سیرتِ طیبہ میں قیادت کبھی ذاتی جاہ و حشمت کا ذریعہ نہیں بنی، بلکہ قربانی، مشورہ، مشقت، اور انصاف کا آئینہ تھی۔ آپ ﷺ کی قیادت کا خاص پہلو یہ تھا کہ آپ جس چیز کا حکم دیتے، اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتے۔ میدانِ جنگ ہو یا فاقہ کی گھڑیاں، مسجد کی تعمیر ہو یا بیت المال کا انصاف نبی کریم ﷺ ہر جگہ خود موجود ہوتے، اور یہی وہ باطنی طہارت تھی جس نے قیادت کو عبادت بنا دیا۔

پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قیادت کا انقلابی پہلو یہی ہے کہ وہ تزکیہ پر قائم تھی، اسی لیے وہ صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی باعثِ رحمت بن گئی۔[49]

قیادت جب تزکیۂ اخلاق سے خالی ہو، تو ظلم و استحصال پیدا کرتی ہے؛ اور جب باطن شفاف ہو، تو قیادت قوم کے لیے ماں کی آغوش، باپ کی شفقت، اور استاد کی بصیرت بن جاتی ہے اور یہی ماڈل ہمیں سیرتِ نبوی ﷺ میں بدرجۂ اتم ملتا ہے۔

46, بخاری، کتاب الجمعة، حدیث 893، دار ابن کثیر، بیروت، 2000

47, شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج2، ص189، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1982

48, رازی، تفسیر کبیر، ج6، ص215، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1999

49, نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص210، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

تزکیۂ نفس اور دینی دعوت: سیرتِ نبوی ﷺ کی حکمت عملی

دعوتِ دین صرف الفاظ، نعرے یا فقہی استدلال کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسا ہمہ جہت عمل ہے جو دلوں کو جیتنے، رویوں کو سنوارنے، اور فہم کو بلند کرنے کا نام ہے۔

سیرتِ مصطفوی ﷺ کا ہر لمحہ دعوتِ دین کا پیکر تھا، لیکن اس دعوت کا جوہر "تزکیۂ نفس" تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے مخاطبین، جو پہلے شدید ترین مخالف تھے، دعوت سن کر صرف قائل ہی نہ ہوئے بلکہ مخلص، فدائی اور مزکی بھی بن گئے۔ اس کے پیچھے وہ حکمت، حلم، درگزر، صدقِ دل، اور باطنی پاکیزگی تھی جس سے خود داعی ﷺ کا نفس لبریز تھا۔

قرآنِ کریم نے نبی کریم ﷺ کی دعوتی حکمت کا یوں ذکر فرمایا:

"ادْعُ إِلِىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"[50]

یعنی "اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ" یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ دعوت کی بنیاد صرف علم یا زورِ بیان نہیں بلکہ ایک مزکیٰ اور مہذب نفس ہے جو محبت کے ساتھ بات کرے، اور نرمی سے قلوب کو تسخیر کرے۔

نبی کریم ﷺ نے طائف کے سفر میں شدید جسمانی اذیت کے باوجود بددعا نہیں کی، بلکہ فرمایا:

"اللهم اهدِ قومي فإنهم لا يعلمون"[51]

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے"

یہ وہ دعوتی مزاج ہے جو فقط علم یا تبلیغ سے نہیں بلکہ باطنی صفا، حلم، اور کامل تزکیہ سے جنم لیتا ہے۔

امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ "دعوت اگر تزکیہ سے خالی ہو تو وہ نصیحت بننے کے بجائے الزام، فتنہ اور ریاکاری بن جاتی ہے۔ داعی کو سب سے پہلے اپنے نفس کو پاک کرنا چاہیے، تب اس کا کلام دل پر اثر کرتا ہے"[52]

سیرتِ نبوی ﷺ میں دعوت ایک ہمہ جہت نظام کے طور پر سامنے آتی ہے جس میں فرد، خاندان، سماج، حتیٰ کہ بین الاقوامی سطح تک تزکیہ کو بنیاد بنا کر پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع، وفودِ عرب سے خطاب، غیر مسلم حکمرانوں کو خطوط ان سب میں وہی روح جھلکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے باطن کی روشنی سے پیدا ہوئی تھی۔

پروفیسر نور بخش توکلی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی دعوتی کامیابی کی اصل جڑ اُن کا مزکیٰ نفس تھا، جو دلوں میں گھر کر جاتا اور چہروں کو بدل دیتا تھا۔[53]

لہٰذا دعوتِ دین اگر سیرتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہو تو اس کا مرکز "تزکیہ" ہوتا ہے — ایسا تزکیہ جو داعی کے دل کو نرمی، زبان کو حکمت، چہرے کو شفقت، اور عمل کو صداقت سے بھر دے۔ یہی وہ پیغام ہے جو سیرتِ طیبہ ﷺ میں ہمیں دعوت کے باب میں ملتا ہے، جو نہ صرف ہدایت کی روشنی دیتا ہے بلکہ دلوں کو جیتنے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے۔

تزکیہ اور صبر و استقامت: سیرتِ مصطفوی ﷺ کے انقلابی اسباق

تزکیۂ نفس کی کامل صورت وہی ہوتی ہے جب انسان صرف عبادات، اخلاق، اور اقوال میں نہیں بلکہ مشکلات، اذیتوں، اور آزمائشوں کے درمیان بھی اپنی روحانی پاکیزگی اور اخلاقی بلندی کو قائم رکھے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جس قدر آپ ﷺ نے امت کی تربیت میں صبر اور استقامت کو مرکزی مقام دیا، وہ کسی بھی دوسرے تربیتی پہلو سے کم نہیں۔ اور یہی پہلو تزکیہ کا اصل امتحان اور معیار ہے۔

---

[50] النحل، 16:125

[51] مسلم، کتاب الجهاد، حدیث 1792، دار ابن کثیر، بیروت، 2000

[52] غزالی، احیاء علوم الدین، ج 3، ص 104، دار المعرفة، بیروت، 1983

[53] نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص 198، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

نبی کریم ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال مسلسل ظلم، تحقیر، سماجی بائیکاٹ، مالی سختی، اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ مگر اس سارے عرصے میں آپ ﷺ کے چہرے پر شکوہ نہ آیا، زبان پر بددعا نہ آئی، اور دل میں نفرت نے جگہ نہ پائی کیونکہ آپ ﷺ کا نفس اس قدر مزکیٰ، شفاف، اور مضبوط تھا کہ صبر آپ کی طبیعت کا حصہ بن چکا تھا۔

قرآن مجید نے اس صبر و ثبات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ"[54]

یعنی "آپ بھی صبر کریں جیسے بلند ہمت رسولوں نے صبر کیا۔"

یہ صبر معمولی نہیں بلکہ تزکیۂ اخلاق کا مظہر، اور اخلاقِ نبوت کا نقطۂ کمال تھا۔

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ "نفس کی اصلاح صرف ذکر، عبادات اور نوافل سے نہیں، بلکہ وہ اصل میں تب سامنے آتی ہے جب آزمائش کی گھڑی آئے، اور بندہ شکوہ کرنے کی بجائے شکر کرے، ردعمل کی بجائے تحمل اختیار کرے"[55]

حضرت خبیب بن عدیؓ کی شہادت کے موقع پر جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر تمہارے بدلے محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے تو تم کیا پسند کرو گے؟ تو انہوں نے کہا:

"میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم میں کانٹا چبھے اور ادھر رسول اللہ ﷺ کو معمولی تکلیف پہنچے"[56]

یہ صبر، یہ وفا، اور یہ استقامت اُس تربیت کا نتیجہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول سے نہیں بلکہ اپنے مزکیٰ عمل سے دی۔

پروفیسر نور بخش توکلی فرماتے ہیں کہ "سیرتِ نبوی ﷺ میں صبر، صرف وقتی برداشت کا نام نہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی استقلال ہے، جو باطنی تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے اور بیرونی رویے کو وقار بخشتا ہے"[57]

جب غزوہ احد میں دانت شہید ہوئے، خون چہرہ انور سے بہنے لگا، صحابہ ہمت ہارنے لگے تب بھی آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللَّهُمَّ اغفِر لقَومي فإنَّهم لا يعلمون"[58]

یعنی "اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، وہ جانتے نہیں"

یہ اخلاقی استقامت، یہ دعائے خیر، یہ تحمل اور بردباری سیرتِ مصطفوی ﷺ کے وہ انقلابی اسباق ہیں جن کے بغیر نہ فرد کی تربیت مکمل ہوتی ہے اور نہ معاشرہ اخلاقی روشنی سے منور ہو سکتا ہے۔

تزکیہ، بین المذاہب ہم آہنگی، اور عالمی امن: سیرتِ طیبہ کا آفاقی پیغام

سیرتِ نبوی ﷺ کی سب سے عظیم الشان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کا پیغام کسی قوم، قبیلے یا مذہب تک محدود نہیں، بلکہ ایک عالم گیر اور بین الانسانی پیغام ہے۔ اس پیغام کا مرکز و محور "تزکیہ" ہے ایک ایسا تزکیہ جو انسان کو ذات، نسل، مذہب، رنگ، زبان، اور سرحد کے تعصبات سے بلند کر کے اسے انسانیت کے اصل مقام پر فائز کرتا ہے۔ اسی تزکیے سے وہ بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن جنم لیتا ہے، جس کی آج کی دنیا سخت ضرورت محسوس کر رہی ہے۔

---

54. الاحقاف، 46:35

55. رازی، تفسیر کبیر، ج7، ص301، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1999

56. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج2، ص120، دار ابن کثیر، بیروت، 2002

57. نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص215، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

58. بخاری، کتاب المغازی، حدیث 4042، دار ابن کثیر، بیروت، 2000

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی مذہبی اختلاف کو دشمنی میں نہیں بدلا، بلکہ فہم، حکمت، اور احترام کے ذریعے مخالفین سے مکالمہ فرمایا۔

"میثاقِ مدینہ "اس کی بہترین مثال ہے، جس میں یہود، مشرکین، اور دیگر قبائل کے ساتھ ایک ایسا سماجی معاہدہ طے پایا جس کی بنیاد عدل، مساوات، اور رواداری پر تھی۔[59]

قرآن نے بھی اس وسعتِ قلبی کو بیان کیا:

"لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ"[60]

یعنی "تمھارے لیے تمھارا دین، اور میرے لیے میرا دین۔"

یہ آیت اس حقیقت کی غماز ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اختلاف کے باوجود پرامن بقائے باہمی کی بنیاد رکھی۔

علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں کہ "سیرتِ طیبہ میں مذہبی رواداری کا وہ دریا بہتا ہے جس نے دنیا کو جینے کا سلیقہ سکھایا، اور یہ رواداری صرف فقہی اصولوں کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک مزکیٰ روح کا فیضان تھی"[61]

جب نجران کے عیسائی وفد نے مدینہ میں نبی اکرم ﷺ سے عقائد پر مکالمہ کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ عزت، حلم، اور استدلال کے ساتھ گفتگو فرمائی نہ تضحیک، نہ توہین، نہ کلامی جارحیت۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ان کے وفد کو مسجد نبوی ﷺ میں قیام اور عبادت کی اجازت دی۔[62]

پروفیسر نور بخش توکلی لکھتے ہیں کہ "بین المذاہب ہم آہنگی صرف تہذیبی ضرورت نہیں، بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ کی روحانی میراث ہے، جو تزکیۂ نفس سے پھوٹتی ہے"[63]

سیرتِ مصطفوی ﷺ یہ بتاتی ہے کہ جب دل پاک ہوں، نیت خالص ہو، اور نفس مزکی ہو تو انسان دوسرے کو مذہبی اختلاف کے باوجود اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ وہ دلیل کے ساتھ بات کرتا ہے، نہ کہ نفرت کے ساتھ۔ یہی تزکیہ جب بین المذاہب روابط میں داخل ہوتا ہے، تو اس سے وہ "عالمی امن "پیدا ہوتا ہے جس کی بنیاد محبت، مکالمہ، احترام، اور عدل پر ہوتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں صرف عبادات کا درس نہیں دیتی، بلکہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ایک مزکیٰ فرد، کس طرح بین الاقوامی سطح پر امن، رواداری، اور محبت کا داعی بن سکتا ہے اور یہی وہ آفاقی پیغام ہے جو نبی رحمت ﷺ کی سیرت میں ہمیں بدرجہ اتم ملتا ہے۔

خلاصۂ بحث

سیرتِ طیبہ ﷺ کے تزکیہ پر مبنی پہلو کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ لینے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تزکیہ محض ایک روحانی اصطلاح نہیں بلکہ ایک جامع اصلاحی، معاشرتی، اور انقلابی تصور ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد "تزکیہ" ہی قرار دیا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں بارہا ذکر ہوا:

"يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" 64

یہ تزکیہ، جو سیرتِ نبوی ﷺ کے ہر پہلو سے پھوٹتا ہے، نہ صرف فرد کے باطن کو نکھارتا ہے بلکہ اسے ایک ایسا مثالی انسان بناتا ہے جو معاشرے میں اصلاح، عدل، حلم، رواداری، اور قیادت کا منبع بن جاتا ہے۔

تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ سیرتِ طیبہ ﷺ کا تزکیہ تین بڑے دائروں میں اثر انداز ہوتا ہے:

59, ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، ج2، ص182، دار ابن ہشام، بیروت، 2001

60, الکافرون، 109:6

61, شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج2، ص241، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1982

62, ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج5، ص352، دار الفکر، بیروت، 1998

63, نور بخش توکلی، سیرت کا فکری تجزیہ، ص230، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2012

64, البقرہ، 2:129

1. فرد کی اصلاح اخلاق، نیت، عبادات، طہارت، اخلاص، اور صبر جیسے پہلوؤں پر زور؛

2. معاشرتی تشکیل باہمی تعلقات، عدل، مساوات، عفو و درگزر، حسنِ سلوک؛

3. بین الاقوامی سطح پر ہم آہنگی بین المذاہب رواداری، مکالمہ، امن، اور انسانی برابری۔

سیرتِ طیبہ ﷺ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ تزکیہ کوئی مجرد تصور نہیں، بلکہ ایک ایسی زندہ حکمتِ عملی ہے جس سے قیادت بنتی ہے، قومیں بنتی ہیں، معاشرے بنتے ہیں، اور اقوام میں امن پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ موجودہ دور کے اخلاقی زوال، نوجوانوں کے فکری بحران، اور قیادت کی پستی کا حل سیرتِ مصطفوی ﷺ کے تزکیاتی منہج میں مضمر ہے۔ جب فرد اپنا تزکیہ کرے گا، تب ہی وہ معاشرے کا خیر خواہ بنے گا، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر اسلامی تمدن نے جنم لیا اور دنیا کو عدل و امن کا پیغام دیا۔ لہٰذا، یہ تحقیق دعوت دیتی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کو صرف تاریخی یا شخصی مطالعے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے بطور تزکیاتی نظامِ حیات نافذ کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ فرد، معاشرہ، اور امت اپنی اصل پہچان کی طرف لوٹ سکیں۔

تجاویز و سفارشات

1. نصاب تعلیم میں تزکیہ شامل کیا جائے

مدارس، جامعات اور اسکولوں کے نصاب میں سیرتِ طیبہ ﷺ کے تزکیاتی پہلوؤں کو مستقل عنوانات کے طور پر شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل کی فکری و اخلاقی تربیت ممکن ہو۔

2. دعوت و تبلیغ میں اخلاقی اصلاح کو مرکز بنایا جائے

دعوتی خطابات و تحریرات میں صرف عبادات یا فقہی مسائل پر زور دینے کے بجائے، اخلاقی تزکیہ کو بنیادی مقصد بنایا جائے۔

3. قائدین کی تربیت میں سیرتِ نبوی ﷺ کا اطلاق ہو

سیاسی، سماجی اور دینی قیادت کے امیدواروں کی تربیت سیرتِ مصطفوی ﷺ کے تزکیاتی اصولوں کے مطابق کی جائے تاکہ قیادت اصلاحی اور امانت دار ہو۔

4. میڈیا میں سیرت پر تزکیاتی مواد نشر کیا جائے

الیکٹرانک و سوشل میڈیا پر سیرتِ نبوی ﷺ کے اخلاقی و روحانی پیغامات پر مشتمل مختصر اور مؤثر پروگرامز، ڈاکومنٹریز اور پوسٹس کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

5. بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے سیرت کا تعارف کرایا جائے

عالمی سطح پر مذاہب کے درمیان رواداری کے فروغ کے لیے سیرتِ طیبہ ﷺ کے بین المذاہب کردار کو حوالہ بنا کر مکالمہ کا دروازہ کھولا جائے۔

مصادر و مراجع

1. ابن اسحاق، محمد۔ السیرۃ النبویۃ۔ ج2۔ بیروت: دار ابن ہشام، 2001۔

2. ابن ہشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ۔ ج2۔ بیروت: دار ابن کثیر، 2002۔

3. امام رازی، فخر الدین۔ تفسیر کبیر۔ ج6 و7۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1999۔

4. بخاری، امام محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (صحیح بخاری)۔ بیروت: دار ابن کثیر، 2000۔

5. مسلم، امام مسلم بن الحجاج۔ الجامع الصحیح (صحیح مسلم)۔ بیروت: دار ابن کثیر، 2000۔

6. غزالی، امام ابو حامد۔ احیاء علوم الدین۔ ج3۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1983۔

7. شبلی نعمانی، علامہ۔ سیرۃ النبی۔ ج2۔ دہلی: ندوۃ المصنفین، 1982۔

8. نور بخش توکلی، پروفیسر۔ سیرت کا فکری تجزیہ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2012۔

9. ابن کثیر، حافظ عماد الدین۔ البدایہ والنہایہ۔ ج5۔ بیروت: دار الفکر، 1998۔

10. القرآن الکریم۔ ترجمہ و تفسیر: مختلف تفاسیر (الاحقاف، النحل، البقرہ، الکافرون)۔

11. قادری، ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ سیرۃ الرسول ﷺ: ایک انقلابی مطالعہ۔ لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2015۔

12. قادری، ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔ تزکیہ نفس: اسلامی روحانی تربیت کا جامع منہج۔ لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2017۔

13. لزہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی ﷺ۔ جلد 1–7۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2002۔
14. ندوی، سید سلیمان۔ سیرۃ النبی ﷺ (علامہ شبلی کے بعد مرتب کردہ)۔ دہلی: دار المصنفین، 1983۔
15. کاندھلوی، مولانا ادریس۔ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ۔ کراچی: مکتبہ لدھیانوی، 2001۔
16. یوسف القرضاوی، ڈاکٹر۔ التربیۃ الروحیۃ وتزکیۃ النفس۔ قاہرہ: دار الشروق، 2000۔
17. ابن القیم الجوزیہ۔ مدارج السالکین۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1996۔
18. امام نووی۔ ریاض الصالحین۔ بیروت: دار الکتاب العربی، 1995۔
19. فرید الدین عطار۔ تذکرۃ الاولیا۔ ترجمہ: ممتاز حسن۔ لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2006۔
20. امام غزالی۔ کیمیائے سعادت۔ ترجمہ: محمد عبد السلام۔ لاہور: بلال پبلشرز، 2004۔
21. سید قطب۔ فی ظلال القرآن۔ بیروت: دار الشروق، 2003۔
22. ابو الاعلیٰ مودودی۔ سیرت سرورِ عالم ﷺ۔ لاہور: ترجمان القرآن، 1980۔
23. ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ خطبات بہاولپور۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2002۔
24. ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ محاضرات سیرت۔ اسلام آباد: دار العلم، 2011۔
25. ڈاکٹر اسرار احمد۔ سیرتِ محمدی ﷺ۔ لاہور: مرکزی ترجمان القرآن، 1995۔
26. ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی۔ سیرت اور دعوتی حکمت عملی۔ دہلی: مرکز دعوت و تحقیق، 2015۔
27. ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی۔ تزکیہ نفس اور اسلامی تربیت۔ کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 2008۔
28. امام حارث المحاسبی۔ الرعایۃ لحقوق اللہ۔ بیروت: دار الکتب العربی، 1989۔
29. علامہ ابن حجر عسقلانی۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ قاہرہ: دار الکتب، 1998۔
30. الشنقیطی، محمد الامین۔ أضواء البیان۔ بیروت: دار الفکر، 2004۔
31. ڈاکٹر طارق رمضان۔ In the Footsteps of the Prophet: Lessons from the Life of Muhammad. Oxford: Oxford University Press, 2007.
32. Lings, Martin. Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources. London: Islamic Texts Society, 1983.
33. Ramadan, Tariq. The Messenger: The Meanings of the Life of Muhammad. London: Penguin Books, 2008.
34. Watt, W. Montgomery. Muhammad: Prophet and Statesman. London: Oxford University Press, 1961.
35. Armstrong, Karen. Muhammad: A Prophet for Our Time. New York: HarperOne, 2006.
36. Nasr, Seyyed Hossein. The Heart of Islam: Enduring Values for Humanity. New York: HarperSanFrancisco, 2004.
37. Gulen, Fethullah. Prophet Muhammad as Commander. New Jersey: Tughra Books, 2009.
38. Ali, Maulana Muhammad. The Religion of Islam. Lahore: Ahmadiyya Anjuman Isha'at Islam, 1971.
39. ابن عبد البر۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ بیروت: دار الجیل، 2001۔
40. ابن کثیر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت: دار الفکر، 2002۔